تحریک اور جمود

سید اسعد گیلانی

(۲)

اسلام خود ایک تحریک بن کر آیا تھا اور اسلامی دعوت کے ہر دور میں اُس نے ایک تحریک کی طرح ہی کام کیا۔ آج بھی جب اسے غالب کرنے کا سوال سامنے آتا ہے تو درحقیقت وہ اسلام کو تحریک بنا کر از سرِ نو اُٹھانے، اُبھارنے، اور پھر قوت کے ساتھ غالب کرنے کا سوال ہی ہوتا ہے اور اس سوال کا جواب ایک فعّال اسلامی تحریک ہی ہوتی ہے۔

تحریک، ایک مسلسل عمل

اسلام ایک نظامِ زندگی ہے اور کوئی نظامِ زندگی اُس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا جب تک پہلے سے قائم شدہ نظام کو ہٹا کر دوسرے نظام کے لیے جگہ خالی نہ کرائی جائے اس لیے کسی نظامِ زندگی کے غلبے کا تقاضا ہی یہ ہوتا ہے کہ اسے غالب کرنے کے لیے ایک تحریک اُٹھائی جائے اور وہ تحریک اس کے غلبے تک مسلسل اور پیہم حرکت میں رہے، اپنے دامن میں نئے سے نئے افراد کو متنوع، اعلیٰ اور مختلف صلاحیتوں کے ساتھ سمیٹتی رہے، ان صلاحیتوں کو پھر وہ اِس نظام کے غلبے کے لیے استعمال کرتی رہے، اور جب تک اسلام کو کُلّی غلبہ حاصل نہ ہو جائے اس وقت تک نہ تحریک دھیمی پڑے، نہ جذبہ ٹھنڈا ہو، نہ نئے افراد کا آنا کم ہو، نہ پُرانے لوگوں میں جمود آئے اور نہ تحریک کے نو بہ نو پروگراموں اور پیش قدمیوں میں کوئی کمی واقع ہو۔ اسی لیے کہ تحریک کے لیے نو بہ نو پروگرام بنانا، اُس کا آگے ہی آگے پیش قدمی کرنا، اس میں نئے آنے والوں کی تربیت کر کے انہیں اخلاقی اور علمی سطح پر تحریک کے معیار کے مطابق بنانا اور اُن سے کام لینا، ایک انتہائی ناگزیر کام بھی ہے اور تحریک کی زندگی کی علامت بھی۔ اگر یہ کام ہو رہا ہو اور ہوتا رہے تو تحریک نہ صرف اُس نظام کے غالب آنے تک مسلسل فعّال متحرک اور جاندار رہتی ہے بلکہ اس نظام کے غالب ہونے کے بعد بھی اس نظام کو اس کی اصل صورت میں لانے، اُس کی مخالف قوتوں کو سرنگوں کرنے اور اس نظام کے اندر پیدا ہونے والی خرابیوں

کو رفع کرنے کا اہتمام جاری رہتا ہے جس سے ایک پائیدار نظام وجود میں آتا ہے۔

کسی تحریک کی یہ ایک بہت بڑی بدقسمتی ہوتی ہے کہ مقصد کے حصول اور نصب العین تک پہنچنے سے پہلے ہی وہ منجمد اور غیر فعال ہونے لگے اور اس کے ساتھ کام کرنے والے اعضاء و جوارح اور اس کے اجتماعی ادارے تساہل کا شکار ہونے لگیں۔ تحریک ایک جوائنٹ سٹاک کمپنی کے مانند ہوتی ہے جس میں بے شمار افراد کا سرمایۂ حیات لگا ہوا ہوتا ہے۔ اس کا نقصان کسی ایک فرد کا نقصان ہی نہیں، تحریک سے وابستہ سارے افراد کا نقصان، بلکہ اس معاشرے اور قوم کا اجتماعی نقصان ہوتا ہے اور یہ نقصان بھی دو نسلوں پہ پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ اس لیے کسی صالح تحریک کو ضرور کامیاب ہونا چاہیے۔ ورنہ انسانی معاشرہ تحریک کی ناکامی کی صورت میں اس نقصان کا خمیازہ صدیوں تک بھگتتا رہتا ہے اور جو لوگ اپنی بے بصیرتی، کوتاہ اندیشی، یا کوتاہ ہمتی سے اس کی ناکامی کا باعث بنے ہوتے ہیں انسانیت کی تاریخ ایسے لوگوں کو ناقابلِ معافی مجرموں کی حیثیت سے اپنے چوراہے پر مستقل لٹکا دیتی ہے۔ اس لیے کسی تحریک کا جمود جو اس کی ناکامی کا ہی ایک رُخ اور اس کا پیش خیمہ ہوتا ہے، بہت بڑا اخلاقی اور تاریخی نقصان ہوتا ہے اور جو لوگ بھی اس نقصان کا باعث بنتے ہیں وہ عنداللہ اور عندالناس دونوں جگہ ضرور ہی قابلِ مواخذہ قرار پاتے ہیں۔

تعلق باللہ میں کمی ایک اسلامی تحریک میں نفوذِ جمود کے اسباب میں سب سے بڑا اور اوّلین سبب اجتماعی اور انفرادی سطح پر تعلق باللہ میں زبردست کمی کا واقع ہونا ہے۔ تعلق باللہ میں کمی کا مسئلہ محض اخلاقی پہلو ہی نہیں بلکہ زبردست تحریکی پہلو بھی رکھتا ہے۔ اقامتِ دین کا کام آخر کس کا کام ہے؟ اسلام جو دینِ حق ہے اُسے غالب کرنے کا حکم آخری کون دیتا ہے؟ یہ دینِ حق پوری کائنات کا حقیقی بادشاہ کسے قرار دیتا ہے جس کے قوانین کا اجراء ضروری ہے؟ پھر اس کام کا اجر دینے والا کون ہے؟ کون اس کام میں مدد دینے والا ہے؟ ایک اسلامی تحریک کے لوگ سب مل کر کس کے لیے یہ کام کرتے اور کسے خوش کرنا چاہتے ہیں؟ معاملے کا یہ پہلو نہایت ہی اہم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ:

وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ　　اللہ ضرور ان کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے۔

اللہ کی مدد کس کام میں؟ اللہ کا وہ کونسا کام ہے جس کے لیے وہ اپنے بندوں کو مدد کے لیے اُبھارتا ہے تاکہ انہیں آزمائے بھی اور اجر بھی دے اور اس ذریعے سے ان کی دنیا کی زندگی میں معنی و مفہوم بھی پیدا کرے۔ ظاہر ہے کہ اللہ کا یہ کام اس کے دین کے غلبے کا ہی کام ہے اور اس کام میں مدد کرنا گویا اس کے اپنے ارشاد کے

مطابق اللہ کی مدد کرتا ہے۔ اس امر سے کون بے خبر ہے کہ اسلامی تحریک کا پلیٹ فارم اللہ کے اس کام کو ہی سرانجام دینے کے لیے قائم کیا جاتا ہے اور جو شخص اس کام میں کوتاہی کرتا، اس سے پہلو تہی کرتا، اور عذر و معذرت اور بہانہ جوئی کرتا ہے وہ درحقیقت اللہ کے اس کام میں ہی یہ سب کوتاہیاں کر رہا ہوتا ہے۔ یہی سب سے بڑا ثبوت اس بات کا ہے کہ اس کا تعلق اپنے رب کے ساتھ بہت کمزور ہوگیا ہے جسے مضبوط کرنے کا ذریعہ تسبیح و تہلیل سے کہیں زیادہ یہ ہے کہ وہ میدانِ عمل میں آکر اسلامی تحریک کا فعال کارکن بنے اور اپنی آخرت کی زندگی میں رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لیے اپنی دنیا کی زندگی میں رضائے الٰہی کے راستے پہ گامزن ہو۔

یہ بات کہنا تو بہت آسان ہے کہ میرا سب کچھ اللہ ہی کے لیے ہے اور ایک مسلمان کے لیے تو یہ بات ایک روزمرہ کا معمول ہے لیکن:۔

اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

زبان سے کہنا اور پھر واقعی یکسو ہو کر اپنا سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے وقف کر دینا اور اس کے راستے میں لگا دینا اور اپنی زندگی کے لیے صرف قوتِ لایموت رکھ کر باقی سب کچھ رفاقتِ الٰہی کے حصول کے لیے اس کے کام پر نچھاور کر دینا ایمان باللہ اور تعلق باللہ کا حقیقی اور عملی مظاہرہ ہے اور یہ کام جس نسبت سے ہو، اور کسی کی طرف سے جس درجے میں اس کا عملی مظاہرہ ہو اس کا اپنے اللہ سے تعلق اسی درجے میں مضبوط اور مستحکم ثابت ہوگا۔

اللہ کے کام کے لیے اُٹھنا اور پھر جانی و مالی اور جسمانی آزمائشوں کے سامنے آنے پر دائیں بائیں دیکھنا یہ اللہ کے جاں نثار بندوں کا کام نہیں ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ آزمائشوں کا دکھاوا بھی صرف انعام میں اضافہ کرنے کے لیے ہی ہوتا ہے، ورنہ یہ بار بار کا مشاہدہ ہے کہ بندے کے ظرف کو ناپ تول کر بلکہ اس سے بھی کم ہی آزمائش لائی جاتی ہے اور اس دوران میں بھی اس کی دست گیری اور ثابت قدمی و استقامت کا اس طرح پورا پورا اہتمام کیا جاتا ہے جیسے ماں بچے کو انگلی پکڑ کر چلاتی ہے اور اگر وہ ذرا بھی لڑکھڑاتا ہے تو اسے اپنی گود میں اُٹھا لیتی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ	یقیناً ان لوگوں پر جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب تو
ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ	اللہ ہے اور پھر اس قول پر پوری طرح جمے رہے،
الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا	فرشتے یہ پیام لے کر اترتے ہیں کہ نہ تمہیں کسی شے کا ڈر ہو

تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۔ چاہیے نہ کسی چیز کا غم، اور اس جنت پر خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے۔

(حٰم السجدہ - ۳۰)

اس تعلق کو قائم کرنے کے بعد اسے مضبوط بنانے اور مستحکم ترکرنے کے لیے ایک بیدار و باشعور اور حساس ایمان کی ضرورت ہے جو اللہ کے احسانات کا شعوری احساس رکھتا ہو۔ اسے اللہ کی صفاتِ ربوبیت، رزاقیت اور رحمانیت کا ہمہ پہلو ادراک ہو اور اپنی کوتاہیوں کے مقابلے میں اس کی رحمتوں اور نوازشوں کی وسعتوں کا تصور کر کے وہ پانی پانی ہو جائے اور اس کے احسانات کے بوجھ تلے اپنا رونگٹا رونگٹا دبا ہوا محسوس کرے۔ یہ احساس وشعور مطالعہ قرآن وحدیث اور فرائض کے ساتھ نفل عبادات کے اہتمام سے ہی پیدا ہوتا ہے۔

قنوطیت تحریک میں جوش وخروش کے ساتھ شمولیت کے بعد بتدریج جوش ٹھنڈا پڑتے چلے جانے کا ایک اور سبب مایوسی اور قنوطیت بھی ہوتی ہے، یعنی اس کام کی دُنیوی کامیابی کی طرف سے مایوسی۔ وہ اس مایوسی کے سبب قوائے عمل میں تدریجی اضمحلال وافسردگی۔ یہ صورتِ حال انسان کے ارادے کی کمزوری کا نشان ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ شخص جس عزم کے ساتھ تحریک میں آیا تھا اب وقت کے بوجھ، کام کے یکساں تسلسل، اور منزل کی دُوری نے اُسے ضعف سے دوچار کر دیا ہے اور اب اس کے لیے اسی جذبہ وشوق کے ساتھ آگے بڑھنا مشکل ہو گیا ہے۔ وہ اس راستے پر چلتے چلے جانے کو بھی لاحاصل سمجھنے لگتا ہے جس راستے پر اُسے منزل کا نشان دُور دُور تک نظر نہیں آتا اور غلبۂ اسلام کی جو منزل اس نے ذہن میں رکھی تھی اس کی دُوری کے سبب اس کے قدم اب سست پڑنے لگتے ہیں۔ داعیِ تحریک مولانا مودودی نے ایک جگہ اس کیفیت کا بہت خوبی سے تجزیہ کیا ہے۔

"انسان ایک تحریک کی دعوت سُن کر اسے صدقِ دل سے لبیک کہتا ہے اور اوّل اوّل خاصا جوش دکھاتا ہے۔ مگر وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اس کی دلچسپی کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اسے نہ اُس مقصد سے حقیقی لگاؤ باقی رہتا ہے جس کی خدمت کے لیے وہ آگے بڑھا تھا اور نہ اُس جماعت کے ساتھ کوئی عملی وابستگی باقی رہتی ہے جس میں وہ دلی رغبت کے ساتھ شامل ہوا تھا۔ اُس کا دماغ بدستور اُن دلائل پر مطمئن رہتا ہے جن کی بناء پر اُس نے تحریک کو برحق مانا تھا۔ اس کی زبان بدستور اس کے برحق ہونے کا اقرار کرتی رہتی ہے۔ اس کے دل کی شہادت بھی یہی

رہتی ہے کہ یہ کام کرنے کا ہے اور ضرور ہونا چاہیئے۔ لیکن اس کے جذبات سرد پڑ جاتے ہیں اور قوائے عمل کی حرکت سست ہوتی چلی جاتی ہے۔ اس میں کسی بدنیتی کا ذرہ برابر دخل نہیں ہوتا۔ مقصد سے انحراف بھی نہیں ہوتا۔ نظریے کی تبدیلی بھی قطعاً واقع نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے آدمی جماعت کو چھوڑنے کا خیال بھی نہیں کرتا۔ مگر بس وہ ارادے کی کمزوری ہوتی ہے جو ابتدائی جوش ٹھنڈا ہو جانے کے بعد مختلف شکلوں میں اپنے کرشمے دکھانے شروع کر دیتی ہے"۔

اور ارادے کی اس کمزوری کے پیچھے بالعموم وہ مایوسی اور قنوطیت ہوتی ہے جو مختلف اسباب کی وجہ دل میں گھر کر گئی ہوتی ہے۔ مایوسی اور قنوطیت شیطان کا وہ حربہ ہے جو سیدھا دل پہ وار کرتا ہے اور انسان کی قوتِ عمل اور جوشِ کردار کو معطل کر کے رکھ دیتا ہے۔ ابلیس جو مایوسی کا سمبل اور نشان ہے اگر مومن کو برائی کے راستے پر نہیں لے جا سکتا تو اسے نیکی کے راستے پر پُرجوش تگ و دَو سے روک دیتا ہے اور یہی اس کی بہت بڑی کامیابی ہوتی ہے کہ اس کے مایوسی کے وار سے راہِ حق میں لڑنے والی فوج کا ایک سپاہی زخمی ہو جائے اور دین کے محاذ پہ معطل ہو کر کاروبارِ دنیا میں کھو جائے۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ مایوسی کس سے ہے؟ اگر یہ کام خدا کا ہے تو کیا اس کے اجر سے مایوسی ہے؟ کیا اس کی ہمہ پہلو قدرت اور تقدیر کی ہمہ گیری سے مایوسی ہے؟ کیا اس کے عدل و انصاف سے مایوسی ہے؟ کیا اس کی پلاننگ اور اس کی مشیت سے مایوسی ہے؟ کیا اپنے کیے ہوئے کام کی قدر افزائی اور اس کی کما حقہٗ انجام دہی پہ انعام و اجر کی طرف سے مایوسی ہے؟ سوچ کر بتایا جائے کہ آخر یہ مایوسی کس چیز سے ہے؟ کیا دینِ اسلام کا غلبہ کوئی ٹھیکے کا کام ہے جس کی عدمِ تکمیل پہ پورا معاوضہ نہ ملنے کا خطرہ ہے؟ کیا یہ کسی کم استطاعت رکھنے والے مالک کا کام ہے جو شاید حسبِ حیثیت و کارکردگی معاوضہ دینے سے قاصر ہے؟ یہ مایوسی ایک بے دلیل، بے سبب، بے معنی، قلبی انحطاط و جمود کا نام ہے۔ ایک ایسی زمہریری سردی اور دلگرفتگی ہے جو صرف شیطان کی کارستانی سے ہی وجود میں آ سکتی ہے اور جس پہ ایک مردِ مومن کو لاحول پڑھ کر اللہ کے راستے پہ آگے بڑھ جانا چاہیے۔

قرآن کے نشان کردہ اسبابِ جمود

قرآن نے بھی اللہ کے راستے میں رکاوٹوں اور اس کے دین کے لیے جدوجہد کے راستے سے روکنے والے عوامل اور اسبابِ جمود کا تذکرہ کیا ہے اور ان کا الگ الگ نام لے لے کر ان کی نشاندہی کی ہے۔

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝ (التوبہ-۲۴)

اے نبی کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز و اقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ گھر جو تم کو بہت پسند ہیں تم کو اللہ اور رسولؐ اور اس کی راہ کی جدوجہد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ تمہارے سامنے آجائے اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کرتا۔

یہ ہیں وہ اسبابِ جمود جو اللہ کی راہ میں اُٹھنے والی اسلامی تحریک کے ساتھ وابستہ ہونے کے بعد ایک مردِ مومن کی کمر کا بوجھ، اُس کے ہاتھوں کی ہتھکڑی، اس کے پاؤں کی بیڑی، اس کے نصب العین کے راستے میں بارِ گراں بننے کا سامان اپنے اندر رکھتے ہیں۔

۱۔ رشتہ و ناتہ (باپ، بیٹے، بھائی، بیویاں و دیگر عزیز و اقارب)۔

۲۔ مال و دولت (جو انسان نے کمایا ہوتا ہے)۔

۳۔ کاروبار اور تجارت (اپنی عدم توجہی اور تحریکی مصروفیات میں جن کی سرگرمیاں مدھم پڑنے کا لوگوں کو ڈر ہوتا ہے)

۴۔ پُر تکلف رہائش گاہیں (جو انسان کو بہت پسند ہوتی ہیں)

یہ وہ چار چیزیں ہیں جو انسان کو شعور کے ساتھ کسی اسلامی تحریک کا کارکن بننے کے بعد بھی اپنے اندر مبتلا کر کے اسے جمود کا شکار کر دیتی ہیں۔

رشتہ و ناتہ ہر اسلامی تحریک نے برپا ہونے کے بعد انہی چیزوں کی قربانی کا بار بار مطالبہ کیا ہے اور انہیں داؤں پر لگائے بغیر کوئی تحریک نشوونما نہیں پا سکتی۔ اسی رشتہ و ناتہ کا تذکرہ کرتے ہوئے سورۃ المجادلہ کی آیت ۲۲ میں فرمایا گیا۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ

تو یہ کبھی نہ دیکھے گا کہ وہ لوگ جو اللہ اور آخرت پر ایمان لائے ہیں وہ ایسے لوگوں سے

حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

دوستی کریں جو اللہ اور رسول کے مخالف ہیں۔ چاہے وہ اُن کے اپنے باپ ہوں یا بیٹے یا بھائی یا قریبی عزیز۔ ایسے ہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان اتر گیا ہے اور غیب سے ان کی مدد کی گئی ہے۔ اللہ انہیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا۔ جن میں نہریں بہتی ہیں۔ اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہ ہیں اللہ کا گروہ، اور اللہ کا گروہ ہی فلاح پانے والا ہے۔

(المجادلہ - ۲۲)

دنیا کی کامیاب ترین اسلامی تحریک کے سامنے جب رشتہ و ناتہ کی قربانی کا مسئلہ آیا تو اُس نے معرکۂ بدر میں اس کا حیرت انگیز نمونہ پیش کیا۔ وہ معرکہ برپا کرکے اس نے ساری دُنیا کے سامنے اپنے اللہ کا گروہ ہونے کا ثبوت فراہم کر دیا۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی مشہور تفسیر تفہیم القرآن میں لکھا ہے:

"ان کے اپنے بھائی بند سامنے تھے۔ کسی کا باپ، کسی کا بیٹا، کسی کا چچا، کسی کا ماموں کسی کا بھائی، اس کی اپنی تلوار کی زد میں آرہا تھا اور اپنے ہاتھوں اپنے جگر کے ٹکڑے کاٹنے پڑ رہے تھے۔ اس کڑی آزمائش میں صرف وہی لوگ پورے اُتر سکتے تھے جنہوں نے سنجیدگی کے ساتھ حق سے رشتہ جوڑا ہو اور جو باطل کے ساتھ سارے رشتے منقطع کرنے پر تل گئے ہوں۔" (جلد دوم صفحہ نمبر ۱۲۶، ۱۲۷)

جنگِ اُحد میں مشہور صحابیہ خنساءؓ اپنے چاروں بیٹوں سمیت شریک ہوئیں، اپنے لڑکوں کو لڑائی میں شرکت پر خود اُبھارا اور انہیں شہادت کا شوق دلایا۔ چنانچہ وہ چاروں لڑکے لڑائی میں گئے اور چاروں ہی شہید ہو گئے۔ جب ماں کو اس کے بیٹوں کی شہادت کی خبر دی گئی تو ماں نے بیٹوں کی شہادت پر کہا:

"اللہ کا شکر ہے کہ جس نے ان کی شہادت سے مجھے شرف بخشا۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے

اُمید ہے کہ اُس کی رحمت کے سایہ میں ان چاروں کے ساتھ میں بھی ہوں گی"۔

سیدا حمد شہیدؒ کی تحریکِ مجاہدین کو ہزاروں کوس دُور پردیس میں جا کر راہِ حق میں جان دینے سے کوئی رشتہ و ناتہ نہ روک سکا۔ رشتے اور ناتے تو وہ عارضی تعلقات ہیں جو دنیا کی چار روزہ زندگی میں محلِ پیدائش سے وجود میں آتے ہیں اور قبر کے ساتھ ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ حقیقی تعلق تو وہی ہے جو اللہ اور اس کا رسولؐ حقیقی پائیدار تعلق کے طور پر قائم رہنے دیں۔

مال و دولت مال و دولت بھی بلاشبہ راہِ حق کے راستے کا بہت بڑا پتھر ہے۔ یہ انسان کو سہولت پسند، آرام طلب، خواہشات کا بندہ اور بوجھل بنا دیتا ہے۔ اسی لیے حضورؐ نے فرمایا تھا کہ اس مال و دولت کو دائیں اور بائیں یوں اور یوں صرف کرو تا کہ وہ حقدار کو پہنچے اور سمٹنے کے بجائے معاشرے میں پھیل جائے۔ اسی لیے خدا اور رسولؐ کی طرف سے انفاق کا بار بار حکم دیا گیا ہے تا کہ مال کی محبت دل سے نکلے۔ چنانچہ جب لوگوں نے حضور اکرمؐ سے سوال کیا کہ ہم راہ خدا میں کیا خرچ کریں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں خود جواب دیا۔

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ۔ — آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں، کہہ دیجیے جو ضرورت سے زائد ہو۔

گویا اللہ کی راہ میں اسلامی تحریک کی خاطر خرچ کرنے کی کوئی حد مقرر نہیں ہے بلکہ جو کچھ بھی ضرورت سے زائد ہو وہ خرچ کیا جائے اور ضرورت کا تعین انسان بنیادی ضروریات کو سامنے رکھ کر اور اللہ اور اس کے رسولؐ سے قلبی تعلق کو پیمانہ بنا کر جو چاہے کر سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ خود ایک بہت بڑا مظہرِ تقویٰ ہے اور طہارتِ نفس کا بہترین اور مؤثر ترین ذریعہ بھی صدقہ ہی ہے۔ اللہ کی راہ میں خرچ درحقیقت قرآن کے اپنے الفاظ میں اللہ کو قرض دینے کے مترادف ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا۔ — تم میں سے کون ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے؟

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مال جمع کرنے، اور پھر اسے گن گن کر اور سمیٹ سمیٹ کر رکھنے، اور پھر اس کے اپنے پاس ہمیشہ رہنے کا یقین رکھنے کے خیال کو ذریعۂ ہلاکت قرار دیا ہے۔ کتنی سچی حقیقت بیان فرمائی تھی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے جب وہ اپنے حواریوں سے یوں مخاطب ہوتے تھے:

"کوئی آدمی دو مالکوں کی خدمت نہیں کر سکتا کیونکہ یا تو ایک سے عداوت رکھے گا اور دوسرے

سے محبت یا ایک سے ملا رہے گا اور دوسرے کو ناچیز سمجھے گا۔ تم خدا اور دولت دونوں کی خدمت نہیں کر سکتے اس لیے میں کہتا ہوں کہ اپنی جان کی فکر نہ کرنا کہ ہم کیا کھائیں گے یا کیا پئیں گے اور نہ اپنے بدن کی کہ کیا پہنیں گے۔ کیا جان خوراک سے اور بدن پوشاک سے بڑھ کر نہیں؟ ہوا کے پرندوں کو دیکھو کہ نہ بوتے ہیں نہ کاٹتے ہیں، نہ کوٹھیوں میں جمع کرتے ہیں، پھر بھی تمہارا آسمانی باپ اُن کو کھلاتا ہے۔ کیا تم اُن سے زیادہ قدر نہیں رکھتے؟ تم میں سے ایسا کون ہے جو فکر کر کے اپنی عمر میں ایک گھڑی بھی بڑھا سکے؟ اور پوشاک کے لیے کیوں فکر کرتے ہو؟ جنگلی سوسن کے درختوں کو غور سے دیکھو کہ وہ کس طرح بڑھتے ہیں، وہ نہ محنت کرتے ہیں، نہ کاتتے ہیں: پھر بھی میں تم سے کہتا ہوں کہ سلیمانؑ بھی باوجود اپنی ساری شان و شوکت کے اُن میں سے کسی کے مانند مُلبّس نہ تھا۔ پس جب خدا میدان کی گھاس کو جو آج ہے اور کل تنور میں جھونکی جائے گی ایسی پوشاک پہناتا ہے تو اے کم اعتقادو، تم کو کیوں نہ پہنائے گا۔ اس لیے فکرمند نہ ہو کہ ہم کیا کھائیں گے اور کیا پئیں گے یا کیا پہنیں گے۔ کل کے لیے فکر نہ کرو، کل کا دن اپنی فکر آپ کر لے گا۔ آج کے لیے آج کا دکھ کافی ہے۔"

(متی باب ۶۔ آیات ۲۴ تا ۳۴)

معلوم ہوا کہ اللہ کے راستے میں ان لوگوں کے قدم تیز تر اٹھنا مشکل ہوتا ہے جو حساب لگا لگا کر مستقبل کے امکانات کا جائزہ لیتے رہیں اور جب تک انہیں تحفظِ جان و مال کی موثر ضمانتیں نہ مل جائیں ان کے لیے قدم اٹھانا اور آگے بڑھنا دوبھر ہو جاتا ہے۔ انقلابی کام تو ہمیشہ انہی لوگوں نے سرانجام دیے ہیں جو سر ہتھیلی پر لے کر اٹھ کھڑے ہوں اور اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے ہر بازی کھیل جائیں۔ ایسے ہی لوگ اللہ کا کلمہ بلند کر سکتے ہیں۔
اس میدان میں بھی حضور اکرمؐ کی برپا کردہ اسلامی تحریک کے کارکنوں نے حیرت ناک قربانیاں دیں اور ثابت کیا کہ مال و دولت اُن کے لیے واقعی ہاتھوں کے میل اور راستے کی گرد کے مانند تھا۔ اس لیے کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی تعلیمات کے سانچے میں پورے پورے ڈھلے ہوئے تھے اور انہیں معلوم تھا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اس معاملے میں کیا ہدایات ہیں:

يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ	(دردناک خوشخبری سنا دو اُن لوگوں کو جو سونے
جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ	اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انہیں خدا کی راہ
وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ	میں خرچ نہیں کرتے، ایک دن آئے گا کہ سونے چاندی

هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ (التوبہ - ۳۵)

پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی اور پھر اس سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔ یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا۔ لو اب اپنی ہی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا اور حضرت اسماءؓ نے اسے بیان کیا کہ:

"حضورؐ نے مجھ سے فرمایا۔ خرچ کیا کرو اور شمار نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ تم پر شمار کرے اور بند نہ رکھا کرو کہ اللہ تعالیٰ تم پر بند رکھے۔ حسب استطاعت خرچ کیا کرو۔" (متفق علیہ)

ایک اور موقعہ پر ایک صحابیؓ حضورؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

"یا رسول اللہ مجھے آپ سے محبت ہے"۔

"دیکھ کیا کہتا ہے" حضورؐ نے تنبیہاً ارشاد فرمایا۔

انہوں نے پھر دہرایا اور حضورؐ نے بھی یہی جواب دیا۔ تین بار دہرانے کے بعد حضورؐ نے فرمایا:

"اچھا اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو فقر کے اوڑھنے بچھونے کے لیے تیار ہو جاؤ اس لیے کہ مجھ سے محبت رکھنے والوں کی طرف فقر ایسے دوڑتا ہے جیسے پانی ڈھلوان کی طرف۔"

جب رومیوں کے حملے کی خبر مدینہ میں پہنچی اور حضورؐ نے مقابلے کا فیصلہ فرمایا تو فوجی تیاری کے لیے لوگوں نے بڑھ چڑھ کر مالی ایثار کیا۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے تجارتی قافلے کے دوسو اونٹ مال و اسباب کے لدے ہوئے اور مزید دوسو اوقیہ سونا اسلامی تحریک کو دیا۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا:

لَا يَضُرُّ عثمانَ مَا يَعْمَلُ بَعْدَهَا

آج کے دن کے بعد سے عثمانؓ خواہ کچھ ہی کرے لیکن کوئی عمل اسے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ ایسا ہی نقشہ ہمیں تحریکِ مجاہدین سے وابستہ لوگوں میں بھی نظر آتا ہے۔ لوگوں نے تحریک کے لیے جائیدادیں ضبط کرائیں اور جائیدادیں فروخت کر کر کے تحریک کو تقویت پہنچائی اور سب کچھ بیچ کر تحریک کے قافلۂ جہاد میں فقیر بن کر شریک ہو گئے۔

کاروبار اور تجارت تجارت اور کاروبار تو موجودہ دورِ معاشیات میں اس راستے کی بہت ہی بڑی چٹان ہے۔ اگر یہ تحریک کو مالی تقویت پہنچانے میں مددگار ہوں تب تو ان کی افادیت مسلّم ہے۔ لیکن اگر یہ راہِ حق

میں قدم اُٹھانے میں پاؤں کی بیڑی بن جائیں اور انسان اس میں دفن ہو کر اس طرح اس میں پابند ہو جائے جس طرح مُردہ قبر میں دفن ہو کر اس کا پابند ہو جاتا ہے ، تو پھر یہ راہِ حق کا ایک ایسا پھندا ہے جسے انسانی زندگی میں اس کی حیثیت کے مطابق محدود اور قابو میں رکھنا مردِ مومن کا فرض بن جاتا ہے۔ یہ بھی آخرت فراموشی کا ہی ایک پہلو ہوتا ہے کہ انسان دنیا کے معاملات میں گردن تک دھنسا ہوا اپنے سارے فرائض اور دوسروں کے سارے حقوق سب کچھ بھول جاتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ آخرت دُنیا سے بدرجہا بہتر ہے ، لیکن حاضر و موجود میں مبتلا انسان غائب وغیر محسوس آخرت کا ادراک واحساس کرنے میں کوتاہی کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن کہتا ہے :

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا	تم لوگ دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ
وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۔	آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے۔

دوسری جگہ کاروبارِ دُنیا کی مرغوبیت پر تبصرہ کرتے ہوئے خود قرآن نے فرمایا :

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ	لوگوں کے لیے مرغوباتِ نفس ، عورتیں ، اولاد
مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ	سونے چاندی کے ڈھیر ، نشان لگے ہوئے
الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ	گھوڑے ، مویشی اور زرعی زمینیں بڑی خوش آئند
وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ	بنا دی گئی ہیں مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی
وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ	کے سامان ہیں۔ حقیقت میں جو بہتر ٹھکانا ہے
الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ	وہ تو اللہ ہی کے پاس ہے۔
الْمَاٰبِ ۝ (آل عمران - ۱۴)	

اب یہاں کاروبارِ دنیا کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن نے چند مزید اسبابِ جمود کا تذکرہ کیا ہے۔ جن میں پہلی چار چیزوں کے علاوہ دو چیزوں کا مزید اضافہ کیا گیا ہے۔

۵ - مویشی (دودھ والے ، سواری والے ، اور زمینیں جوتنے والے جانور)۔

۶ - زرعی زمینیں (فصلیں ، باغات ، ٹیوب ویل اور متعلقہ ساز وسامان)۔

ظاہر ہے کہ مویشیوں کے اوقاتِ کارکردگی کے ساتھ بندھا ہوا مجبور و پریشان انسان اور زمینوں کی فصلوں کا سخت پابند آدمی کسی انقلابی تحریک کے ساتھ کیا انقلابی کارنامے سرانجام دے سکتا ہے جب

تک اس کا انقلابی جذبہ ان چیزوں کو اس کے اصول و نظریے کا پابند نہ بنائے اور ان کاموں کے پروگراموں کو اپنے تحریکی پروگراموں کے تحت نہ رکھے؟

اللہ تعالیٰ نے دین کے کام کے لیے بھی اپنے بندوں سے اس کاروبار اور تجارت کی اصطلاح میں بھی بات کی ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ	اے مسلمانو! کیا میں تمہیں ایسی سوداگری بتاؤں
عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ	جو تم کو آخرت میں دردناک عذاب سے بچالے؟
اَلِیْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ	وہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان
وَتُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ	لاؤ۔ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے
بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ	جہاد کرو۔ اگر تم سمجھو تو یہ تجارت تمہارے حق
لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝	میں زیادہ بہتر ہے۔

(صف - ۱۰ - ۱۱)

چنانچہ حضورؐ اکرم کی تحریک کے کارکنوں نے اللہ کے ساتھ ایسی ہی تجارت کی اور اس تجارت کی انتہائی درخشاں مثالیں پیش کیں۔ اسی لیے وہ تھوڑے وقت میں بہت بڑا انقلاب برپا کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ حضور اکرمؐ نے خود اپنے جمے جمائے پھیلے پھیلائے وسیع کاروبار کو تحریک کی ضروریات کی خاطر اللہ کی راہ میں بالکل بٹھ جانے دیا اور اپنی ساری مساعی کا محور و مرکز صرف اللہ کے دین کی سربلندی کو ہی قرار دے لیا۔ یہی حال اُن کے دوسرے ساتھیوں کا ہوا۔ جو لوگ ملک چھوڑ کر حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے آخر وہ اپنے کاروبار کو ٹھپ کر کے ہی جا سکے۔ اور جو لوگ اپنے کاروبار مکہ میں چھوڑ کر مدینے کی طرف ہجرت کر گئے ظاہر ہے کہ وہ اپنے کاروبار اپنے ساتھ تو نہیں لے گئے تھے۔ انہوں نے اسلامی تحریک کے لیے قربانی کی ایسی اجتماعی مثال پیش کی جس کا نمونہ انسانی تاریخ میں دوسرا کوئی نہیں ملتا۔

حضرت صہیب رُومی مکہ میں بہت بڑے تاجر اور کاروباری تھے۔ جب وہ ہجرت کے لیے اپنا سر و سامان لے کر شہر سے باہر نکلے تو قریش مکہ نے پکڑ لیا اور کہا کہ "یہاں جب تم ہمارے شہر میں آئے تھے تو خالی ہاتھ آئے تھے تم نے ہمارے ہی شہر میں کاروبار اور تجارت کر کے اتنا اثاثہ بنا لیا۔ اب اِسے کہاں لیے جاتے ہو ــــ" حضرت صہیبؓ رُومی نے اپنا سب کچھ ان کے حوالے کیا اور تہی دست ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب

وہ مدینہ میں پہنچے تو حضور اکرمؐ تک صحابہؓ نے صہیبؓ کے یوں لٹ پٹ کر خالی ہاتھ پہنچنے کی خبر سنائی۔ حضورؐ نے صہیبؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا: "صہیبؓ تم نے اپنے رب کے ساتھ بہت اچھا سودا کیا، مبارک ہو"۔

یہ بات کہنے والے بھی جانتے تھے اور سننے والے بھی کہ واقعی اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اتنا بڑا محفوظ سودا ہے جس کے نفع کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ بس اس کے لیے خلوص اور انتظار کی ضرورت ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ کئی گنا ہو کر اس وقت اسے واپس ملے گا جب اسے اس کی سب سے زیادہ ضرورت ہوگی۔ ساتھ ہی اسے مزید اپنے رب کی خوشنودی ملے گی جو انمول ہے اور جس کا کوئی شے بھی بدل نہیں ہے۔

اسی طرح بعد میں بھی جن لوگوں نے اسلامی تحریک کا کام کیا انہوں نے اپنے کاروبار اور تجارت کو اس راہ میں ہمیشہ قربان کیا۔ تحریک مجاہدین سے وابستہ ہزاروں مجاہدین اپنے کاروبار چھوڑ کر تحریک میں شامل ہوئے اور سرحد میں جا کر محاذ جنگ میں شہید ہوئے۔ ہزاروں لوگ کاروبار میں کئی کئی ماہ تک غیر حاضر رہتے۔ محاذ پر جا کر مجاہدین میں شامل ہو کر جہاد کرتے اور پھر واپس آ کر کاروبار میں مصروف ہو جاتے تاکہ تحریک کو مالی امداد بھی پہنچائی جا سکے۔ جو لوگ تحریک سے مالی تعاون کرتے رہے ان کی جائیدادیں اور کاروبار کا فر حکومت نے ضبط کیے اور انہوں نے ہنسی خوشی یہ قربانیاں گوارا کیں تاکہ وہ اپنے مالک حقیقی کو خوش کر سکیں اس لیے کہ وہی ہر شے کا مالک ہے اور ہر شے اسی کی طرف سے ہے۔

پُرتکلف رہائش گاہیں

گھر بار اور پُرتکلف رہائش گاہیں بھی انسان کے لیے اسلامی تحریک کے راستے کا پھندا بن جاتی ہیں۔ انسان کے لیے اپنے آباد گھروں سے نکلنا دشوار ہو جاتا ہے۔ اس کے لیے اپنے معمولات کو چھوڑنا اور غیر معمولی حالات سے دوچار ہونا مشکل ہوتا ہے۔ لوگوں کے لیے گھروں سے باہر دشواریاں اور تکالیف اور دیگر مشکلات برداشت کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ اپنے معمول کے کھانے، معمول کے بستر، معمول کے کام کاج، چاروں طرف اپنے بیوی بچے اور عزیزوں کے پُرمحبت چہرے اور اُن کی قربت اور رہائش آخر کسے پسند نہیں ہے۔ لیکن اللہ کا حکم تو یہی ہے کہ اس کے راستے میں، جب اس کے دین کا مطالبہ ہو، اور جب اسلامی تحریک کا پروگرام سامنے آئے تو ان مرغوباتِ نفس کو قربان کر کے راہ حق میں نکلا جائے۔ جس درجے میں کوئی شخص ان چیزوں کے گھیراؤ میں زیادہ پھنسا ہوا ہوگا اسی قدر وہ بوجھل ہوگا اور جس قدر اس کے گرد ان چیزوں کا گھیرا کم ہوگا اسی درجے میں وہ ہلکا ہوگا۔ لیکن اللہ کا دین جب غالب نہ ہو تو اس کا مطالبہ یہی ہے کہ دین کی سربلندی کے لیے اسلامی تحریک کی جدوجہد کے لیے نکلو۔

اِنْفِرُوْا خِفَافًا اَوْ ثِقَالًا — نکلو اللہ کی راہ میں ہلکے ہو یا بھاری۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی کیفیتِ قلبی کو خوب جانتا ہے اور ان کے مرغوبات سے بھی خوب آگاہ ہے اس لیے کہ وہ خالقِ فطرت ہے۔ چنانچہ دین کے لیے جدوجہد کرنے والے مجاہدین سے ان مرغوبات کی قربانی طلب کر کے، پھر آخرت میں ان سے لاکھوں گنا بہتر مرغوبات کا وعدہ بھی بار بار کیا گیا ہے، گویا ان تمام مرغوبات کو مستقل پائیدار اور کامل صورت میں پا لینے اور حقیقی طور پر مُتمتع ہونے کا مقام دُنیا نہیں بلکہ آخرت ہے جہاں مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ دینے کا وعدہ مضبوط اور پختہ ہے، جس کے بعد اُنہیں چھوڑنے کا دوبارہ مطالبہ نہ کیا جائے گا۔

اس سلسلہ میں بھی اسلامی تحریک سے وابستہ لوگوں نے بہت درخشاں مثالیں پیش کی ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کے سامنے یہ مسئلہ آیا تو وہ دامن جھاڑ کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور دعوتِ دین کی خاطر دیس دیس کی خاک چھانتے رہے۔ حضرت موسیٰؑ کے سامنے آیا تو انہوں نے بھی ساری عمر مسافرت اور صحرا نوردی میں ہی گذار دی۔ اور جب حضورؐ اکرم کی مثالی اسلامی تحریک کے سامنے آیا تو اُس کے کارکنوں نے بھی اپنے بھرے ہوئے گھر، چلتے ہوئے کاروبار، اور آباد گھرانے چھوڑ کر خالی ہاتھ پردیس کا راستہ اختیار کیا اور کسی کی پُر آسائش رہائش گاہ بھی اس کا راستہ نہ روک سکی۔ اسی طرح مجاہدین کی تحریک میں بھی ہزاروں لوگوں نے اپنے گھر بار چھوڑ دیے اور پردیس میں نکل گئے اور اس طرح نکلے کہ بظاہر انہیں دوبارہ ان گھروں میں واپس آنے کی کوئی اُمید نہ تھی اس لیے کہ انہیں حتمی ایمان حاصل تھا کہ:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ

(التوبہ۔ ۲۰)

اللہ کے ہاں تو انہی لوگوں کا بڑا درجہ ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اس کی راہ میں گھر بار چھوڑے اور جانفشانیاں کیں۔ وہی کامیاب ہیں۔

پھر مزید فرمایا گیا:

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا

جن لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب ایمان لانے کی وجہ سے ستائے گئے تو انہوں نے گھر بار چھوڑ دیے

وَصَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ہجرت کی ، راہِ خدا میں سختیاں جھیلیں اور صبر سے کام لیا - ان کے لیے یقیناً تیرا رب غفور و رحیم ہے -

(النحل - ۱۱۰)

عزم گھروں سے نکلنے اور راہِ حق میں جانگسل جدوجہد کی مثالیں اسلامی تحریک کی تاریخ میں ہر دور میں موجود ہیں اور پھر جس قدر درخشاں مثالیں کسی تحریک نے پیش کی ہیں اسی قدر خوش آئند اور پائیدار نتائج اس کے برآمد ہوئے ہیں -

اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ رب العالمین اپنے بندوں کو ان کی مرغوباتِ نفس کے ذریعے اپنے دین کی خاطر آزماتا ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ وہ ان مرغوبات کے مقابلے میں اللہ کے دین کے کام کو کس درجہ ترجیح دیتے ہیں - پھر جس درجے میں کوئی تحریک ایثار و قربانی کے اس میدان میں عمدہ اور کثیر مثالیں پیش کرتی ہے ، درخشاں اور قریب تر نتائج ضرور اس کے حصے میں آتے ہیں اور جس درجہ میں کسی تحریک کے کارکن مرغوباتِ نفس یعنی اسبابِ جمود سے چمٹے رہ جاتے ہیں اسی درجہ میں دنیا میں خوش آئند نتائج اور آخرت میں مالک کی رضا کا حصول دُور تر ہوتا چلا جاتا ہے -

(باقی آئندہ)

ہفت روزہ **اَلمِنبَر** لائلپور

رئیس التحریر: مولانا عبدالرحیم اشرف

امتیازی خصوصیات

- اُمتِ محمدیہ کو پھر سے ایک اکائی بنانے کی جدوجہد -
- اتحادِ عالمِ اسلامی اور اسلامی دولتِ مشترکہ کے قیام کا نقیب -
- خلافتِ راشدہ کی نہج پر نظامِ مملکت کے قیام کا علمبردار -
- مسلمان کو قرآن و سنت کے تابع فرمان بنانے کا عزم صمیم لیے ہوئے -
- ہر اس قوت کے خلاف تیغ بے نیام جو اسلام اور اُمتِ مسلمہ سے برسرپیکار ہو - بالخصوص قادیانیت ، مغربی الحاد اور سوشلسٹ تہذیب و نظریات پر ضرب گراں
- حزبِ اقتدار و اختلاف کا یکساں محاسب و ناقد -

زرِ سالانہ : ۳۵/- روپے ○ ششماہی : ۱۸/- روپے ○ فی شمارہ : ۷۵ پیسے

ہفت روزہ اَلمِنبَر - جناح کالونی ، لائل پور